8 سماجی شعبے کی ترقی

8.1 عمومی جائزہ

دیگر ترقی پذیر ممالک کی طرح پاکستان کو بھی کئی معاشرتی ومعاشی چیلنجز کا سامنا ہے۔حکومتی عزم کے باوجود عوام کی سماجی بہبود کے لیے کیے جانے والے اقدامات سست روی کا شکار ہیں جس کی وجوہات یہ ہیں: محدود مالیاتی گنجائش، نامناسب انفراسٹرکچر، ادارہ جاتی نظم ونسق وغیرہ۔ملک کے معاشرتی ومعاشی اظہاریوں کے جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مالی سال09ء کے دوران صحت، تعلیم اور روزگار کے اظہاریوں میں معمولی بہتری آئی ہے جبکہ غربت میں اضافہ ہوا ہے۔یو این ڈی پی کی سالانہ رپورٹ2007/2008ء کے مطابق 179 ممالک میں سے اشاریہ انسانی ترقی [1] کی درجہ بندی کے لحاظ سے پاکستان 136ویں نمبر سے گرکر 139ویں نمبر پر آ گیا ہے۔

خطِ غربت سے نیچے زندگی بسر کرنے والے افراد کی تعداد میں اضافے کا خدشہ ہے جبکہ عالمی سطح پر بے روزگاری میں اضافے کے برعکس پاکستان میں بے روزگاری کی شرح میں معمولی کمی آئی ہے۔اگرچہ حکومت مالی سال09ء کے لیے شرح خواندگی کا مقررہ ہدف حاصل کرنے میں ناکام رہی، تاہم پرائمری تعلیم کی تکمیل اور لڑکیوں کی شرحِ داخلہ میں ہونے والا خاطر خواہ اضافہ تعلیمی شعبے میں مثبت پیش رفت ہے کیونکہ یہ مالی سال05ء کے بعد سے بلند ترین سطح پر پہنچ گیا ہے۔صحت کے شعبے میں شیر خوار بچوں کی شرح اموات میں کمی آئی ہے تاہم ملک میں خام شرح پیدائش اور شرح اموات جنوبی ایشیا میں بلند ترین شرحوں میں شامل ہے۔جنوبی ایشیائی ممالک میں صحت کے شعبے پر حکومتی اخراجات کے لحاظ سے پاکستان سب سے آخری نمبر پر ہے۔ماحولیاتی اظہاریوں میں بہتری آئی ہے تاہم، عوام کو صحت مند اور صاف ستھرے ماحول کی فراہمی کے لیے حکومت کو مزید اقدامات کرنا ہوں گے۔

رپورٹ کے اس حصے میں سال کے دوران ملک کی معاشرتی ومعاشی ترقی کا جائزہ لیتے ہوئے عوام کے حالات زندگی بہتر بنانے میں درپیش چیلنجز کی نشاندہی کی گئی ہے۔تاہم ملک میں غربت اور آمدنی کی تقسیم کے متعلق حالیہ اعداد وشمار کی عدم دستیابی کی وجہ سے یہ تجزیہ محدود ہے۔

8.2 آبادی

تخمینے کے مطابق پاکستان کی آبادی 2008ء میں بڑھ کر 16 کروڑ 38 لاکھ [3] تک پہنچ گئی ہے۔

جدول 8.1: آبادی کا تقابل (جنوبی ایشیا)

	آبادی کی شرح نمو	مجموعی شرح زرخیزی	خام شرح پیدائش	خام شرح اموات
بنگلہ دیش	1.6	2.5	23	7
بھوٹان	1.7	3.1	25	8
بھارت	1.6	2.7	23	7
مالدیپ	1.8	2.3	22	4
نیپال	2.1	3.1	29	9
پاکستان [2]	2.3	4.0	30	7
سری لنکا	1.2	2.4	19	7

ماخذ: ورلڈ پاپولیشن ڈیٹا شیٹ 2009ء، پاپولیشن ریفرنس بیورو

سارک ممالک کے تقابل سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان میں آبادی کی شرح نمو، شرح زرخیزی اور خام شرح پیدائش سب سے زیادہ ہے (دیکھئے **جدول 8.1**)۔ پاکستان اس وقت دنیا میں آبادی کے لحاظ سے ساتویں نمبر ہے اور بلند شرح افزائش کو مدنظر رکھتے ہوئے توقع ہے کہ 2050ء میں ملک کی آبادی برازیل سے بڑھ جائے گی اور پاکستان دنیا کا چھٹا سب سے گنجان آباد ملک بن جائے گا۔[4]

پاکستان میں آبادی کا زیادہ تر حصہ دیہی علاقوں (64 فیصد) اور 46 فیصد شہری علاقوں میں مقیم ہے (دیکھئے **شکل 8.1**)۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ 2005ء تا 2008ء کے دوران مجموعی آبادی میں 5.5 فیصد نمو ہوئی ہے۔اسی

[1] اشاریہ انسانی ترقی ایک جامع اشاریہ ہے جسے اقوام متحدہ کا ترقیاتی پروگرام اخذ کرتا ہے۔اس میں 179 ملکوں میں زندگی کی متوقع حد، خواندگی، تعلیم کا حصول اور فی کس جی ڈی پی کی پیمائش کی جاتی ہے۔

[2] پاکستان کے اقتصادی سروے 09-2008ء کے مطابق یکم جولائی 2008ء تک آبادی کی شرح نمو 1.73 فیصد، ٹی ایف آر 3 فیصد، بچوں کی شرح پیدائش 25 فی 1000 ولادتیں اور خام شرح اموات 7.7 فیصد فی ہزار تھا۔

[3] پاکستان کا اقتصادی سروے 09-2008ء

[4] پاپولیشن ریفرنس بیورو

مدت میں دیہی آبادی میں 3.5 فیصد اور شہری آبادی میں 9.3 فیصد اضافے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک میں خاصی نقل مکانی ہوئی ہے۔ دیہی اور شہری آبادیوں کی شرح نمو میں فرق کی ایک اہم وجہ روزگار کے مواقع کا شہروں میں مرتکز ہونا ہے۔ اس صورتحال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے ایسی پالیسیوں کی ضرورت ہے جن سے دیہی علاقوں میں روزگار کے وسیع مواقع پیدا کیے جاسکیں۔

شکل 8.1: پاکستان میں آبادی کی تقسیم بلحاظ علاقہ (ملین)

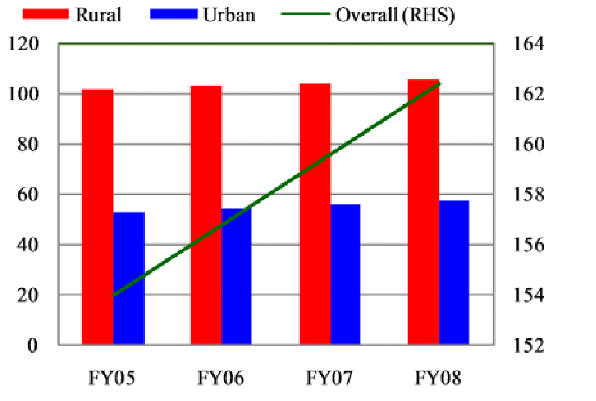

Source: Pakistan Economic Survey 2008-09

8.3 غربت

یو این ڈی پی کی ہزاریہ ترقیاتی مقاصد رپورٹ برائے 2009ء کے مطابق حالیہ عالمی مالی بحران نے تقریباً 55 تا 90 ملین افراد کو خطِ غربت سے نیچے دھکیل دیا ہے۔ عالمی سطح پر بھوکے افراد کی تعداد 2008ء میں 96 کروڑ تھی جو 2009ء میں بڑھ کر ایک ارب تک پہنچ گئی ہے۔[5] پاکستان میں ''خوراک کی شدید قلت کا شکار آبادی'' کا حصہ مالی سال 2006ء کے 23 فیصد سے بڑھ کر 2008ء میں 28 فیصد ہوگیا ہے۔[6] ملک میں غربت کے بڑھنے کی اہم وجوہات میں پست معاشی نمو (مالی سال 09ء میں 2 فیصد)، عالمی معاشی کساد بازاری، مالی سال 2008ء میں گرانی کا تیزی سے بڑھنا، زراعت میں کمی اور روزگار کے ناکافی مواقع شامل ہیں۔

غربت کے تازہ ترین اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں تاہم اقتصادی سروے برائے 09-2008ء کے مطابق پاکستان میں ہیڈ کاؤنٹ تناسب مالی سال 08ء کے 33.8 فیصد سے بڑھ کر مالی سال 09ء میں 36.1 فیصد ہوگیا ہے (غربت پر بحث کے لیے دیکھئے **باکس 8.1**)۔[7] مالی سال 99 تا 06ء کے اعداد و شمار ہیڈ کاؤنٹ تناسب میں کمی کو ظاہر کرتے ہیں (دیکھئے **شکل 8.2**)۔ ہیڈ کاؤنٹ تناسب مالی سال 99ء کے 32.6 فیصد کی سطح سے گر کر مالی سال 06ء میں 22.3 فیصد پر آگیا تھا اور اس میں 10.3 فیصدی درجے کی ریکارڈ کی گئی۔ تاہم مالی سال 05ء کے علاوہ دیہی غربت کے مقابلے میں شہری غربت میں زیادہ کمی آئی ہے۔ دیہی علاقوں میں غربت کے ارتکاز کے اسباب میں نامناسب انفرا اسٹرکچر، مواقع اور وسائل کی کمی شامل ہیں۔ وسائل اور مواقع تک بآسانی رسائی کے باعث شہری غربت کی سطح مجموعی غربت و دیہی غربت دونوں کے مقابلے میں پست ہے۔ حکومت 2009 تا 2013ء کے دوران[8] دیہی ترقی کی مد میں اخراجات کم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور شہری و دیہی علاقوں میں غربت کے خاتمے کے لیے مساوی بنیادوں پر اقدامات کیے جائیں گے۔ شہری و دیہی علاقوں کے لیے مساویانہ بنیادوں پر فنڈ مختص کرنے کے نتیجے میں دیہی علاقوں میں غربت کے بڑھنے کا خطرہ ہے کیونکہ ان علاقوں میں افلاس کی سطح شہروں کے مقابلے میں بلند اور وسائل کی قلت ہے۔ ہیڈ کاؤنٹ تناسب، غربت کا فرق اور غربت کی شدت جیسے اظہاریوں میں مثبت پیش رفت کے باوجود آبادی کا ایک بڑا حصہ خطِ غربت کے قریب زندگی بسر کررہا ہے۔ اس لیے اگرچہ اعداد و شمار صورتحال میں بہتری کے عکاس ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے عوام کے معیار زندگی میں خاصی بہتری آگئی ہے۔ یہ بات بھی مشاہدے میں آئی ہے کہ غربت کے شکنجے سے باہر نکلنے والے افراد گذراوقات کی کم سے کم سطح کو حاصل کرسکے ہیں اور معیشت کو پہنچنے والے کسی بھی دھچکے کی صورت میں وہ ایک بار پھر غربت میں دھکیل دیے جائیں گے۔

شکل 8.2: غربت کے رجحانات (ہیڈ کاؤنٹ)

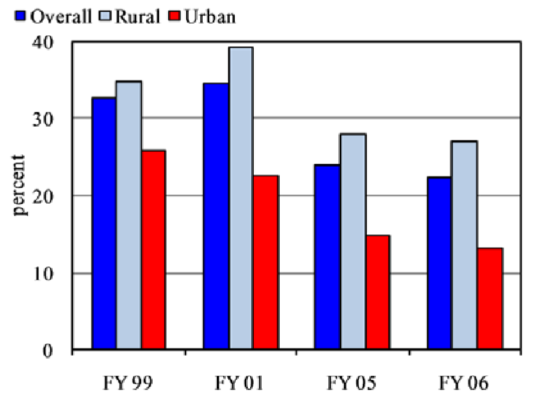

Source: Pakistan Economic Survey 2008-09

[5] اقوام متحدہ کے ادارہ برائے خوراک و زراعت (ایف اے او) کے مطابق پاکستان میں بھوکے افراد کی تعداد 2008ء کے 915 ملین سے بڑھ کر 2009ء میں 1.02 ارب تک پہنچ گئی ہے۔

[6] پاکستان کا اقتصادی سروے 09-2008ء

[7] پاکستان کا اقتصادی سروے 09-2008ء

[8] پی آر ایس پی دوم کے مطابق 0.22 فیصد سے جی ڈی پی کا 0.06

باکس 8.1 پاکستان میں غربت کا مسئلہ

عالمی رجحانات سے قطع نظر مرکز برائے تخفیف غربت ومعاشرتی پالیسی ترقی کے مطابق ہیڈ کاؤنٹ تناسب کی بنیاد پر پاکستان میں غربت کی سطح کم ہوئی ہے۔تاہم یہ رپورٹ پہلے جاری ہوئی تھی اور بعد میں آنے والی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کی غربت میں اضافہ عالمی رجحانات سے ہم آہنگ ہے۔ملک میں غربت کی سطح کے بارے میں متضاد رپورٹوں کے باعث حکومت مالی سال08ء میں غربت کی شرح کا دوبارہ جائزہ لینے پر مجبور ہوگئی ہے۔

عالمی بینک نے مرکز برائے تخفیف غربت ومعاشرتی پالیسی ترقی کے غربت کے بارے میں تخمینوں کا دوبارہ جائزہ لیا تا کہ اس کے مرتب کردہ نتائج کی توثیق کی جاسکے۔عالمی بینک کے جائزے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مالی سال08ء کی آخری سہ ماہی کے دوران غربت میں4 تا5 فیصدی درجے کا اضافہ ہوا ہے۔بینک کی پیشگوئی کے مطابق مالی سال10ء میں پاکستان میں ہیڈ کاؤنٹ تناسب بڑھ کر25 فیصد سے زائد ہوسکتا ہے۔

پاکستان میں خوراک کے بحران کے بارے میں عالمی ادارہ صحت کے جائزہ مشن 2008ء کے مطابق ملک کی 24 فیصد آبادی ابھی تک خط غربت سے نیچے زندگی بسر کررہی ہے۔رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ ملک میں خوراک کے بحران میں شدت آنے اور سماجی بے چینی پھیلنے کا خطرہ ہے۔خصوصاً شہروں میں غذا کا بحران غذائی قلت،صحت کے پست معیار اور افرادی قوت میں پیداواریت کی پست سطح پر منتج ہوسکتا ہے۔توقع ہے کہ ملک میں غربت کی سطح بلند ہوجائے گی۔ خوراک کے بحران کی وجہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں پائی جانے والی علاقائی ومعاشرتی عدم مساوات سمجھی جاتی ہے۔

حکومت کی جانب سے تشکیل دیے جانے والے پینل کے مطابق مالی سال08ء میں ایک کروڑ افراد کے غربت کا شکار ہونے کا خطرہ تھا۔عبوری رپورٹ ’معاشی استحکام،انسانی پہلو کے ساتھ‘ میں بیان کیا گیا ہے کہ ملک میں ہیڈ کاؤنٹ تناسب مالی سال06ء میں 22.3 فیصد تھا اور مالی سال 08ء میں اس میں 3.5 فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔توقع ہے کہ مالی سال09ء میں یہ مزید 2.7 فیصدی درجے بڑھے گا جس سے ملک میں ہیڈ کاؤنٹ تناسب بڑھ کر 28.5 فیصد پر پہنچ جائے گا۔مزید برآں،غذائی تحفظ کے بارے میں عالمی بینک کی ٹاسک فورس کے مطابق پاکستان میں مالی سال 08ء کے دوران ہیڈ کاؤنٹ تناسب بڑھ کر 33.8 فیصد اور مالی سال 09ء میں 36.1 فیصد تک پہنچ جائے گا۔اس کا مطلب ہے کہ مالی سال09ء تک تقریباً6 کروڑ20 لاکھ افراد خطِ غربت سے نیچے چلے جائیں گے۔

حالیہ اعداد وشمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ 2005ء تا2009ء کے دوران ایک کروڑ20 لاکھ ایک کروڑ40 لاکھ افراد غربت کا شکار ہوسکتے ہیں۔ان اعداد وشمار کو مدنظر رکھتے ہوئے تخمینہ لگایا جاسکتا ہے کہ مالی سال09ء میں غربت میں30 تا35 فیصد اضافہ ہوا ہے۔عالمی مالی بحران،ملک کے اشیاسازی کے شعبے کی نمو میں کمی اور ملک میں بجلی کی قلت کے سبب صنعتوں کی بندش کے باعث امکان ہے کہ مزید افراد غربت میں دھکیل دیے جائیں گے۔

ماخذ: پاکستان کا اقتصادی جائزہ 09-2008ء: ’معاشی استحکام، انسانی پہلو کے ساتھ‘ پر عبوری رپورٹ، ماہرین معاشیات،پلاننگ کمیشن کا پینل : پاکستان میں خوراک کے بحران پر اثرات کے متعلق اقوام متحدہ کا ایجنسی جائزہ مشن، عالمی ادارہ صحت۔

غربت پاکستان کے لیے ایک سنگین مسئلہ ہے۔تفصیلی جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجموعی طور پر آبادی کا42.8 فیصد حصہ خطِ غربت کے قریب اور اس سے نیچے زندگی بسر کررہا ہے۔[9] اگرچہ اس میں سے غربت کے مقابلے میں کمزور افراد کا تناسب20.5 فیصد ہے،تاہم ان کے حالاتِ زندگی پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ انہیں زندگی کی بنیادی ضروریات تک رسائی نہیں ہے اور مواقع کی قلت،تعلیم وصحت کی سہولتوں کے فقدان کے باعث مشکلات کا سامنا ہے۔حکومت کو ان مسائل کے وصفی پہلوؤں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ تناسب میں معمولی بہتری مسئلے کی سنگینی کا احاطہ نہیں کرسکتی۔

غربت کے منحوس چکر سے باہر نکلنے کے لیے حکومت نے پی آر ایس پی دوم میں سماجی تحفظ پر توجہ مرکوز کی ہے جو کہ پانچ بنیادی عناصر پر مبنی ہے جس میں آمدنی میں مالی اعانت، خوراک میں اعانت،انسانی وسائل کی ترقی،قدرتی آفات کے انتظام اور غریب نواز پالیسیوں کے نفاذ میں غیر سرکاری ونجی شعبے کی تنظیموں کو سہولت دینا شامل ہے۔اس ضمن میں حکومت نے سماجی تحفظ کا ایک جامع نیٹ ورک تیار کیا ہے جو بلا واسطہ و بالواسطہ اقدامات پر مشتمل ہے۔سماجی تحفظ کے بلا واسطہ طریقہ کار میں ملازمت پر مبنی سماجی تحفظ کی ضمانتیں (ایمپلائز اولڈ ایج بینفٹ انسٹی ٹیوشن، ورکرز ویلفیئر فنڈ وغیرہ)، بینظیر انکم سپورٹ پروگرام سے براہ راست رقوم کی فراہمی (دیکھئے **باکس 8.2ب**)،زکوٰۃ، پاکستان بیت المال وغیرہ،منڈی پر مبنی خرد مالکاری کی سہولتیں اور پاکستان تخفیف غربت فنڈ جیسی کمیونٹی تنظیموں کے کردار میں اضافے کے ذریعے کمیونٹی کی شرکت کی حوصلہ افزائی کرنے کے اقدامات شامل ہیں (دیکھئے **باکس 8.2الف**)۔

باکس 8.2 تخفیف غربت کے لیے حکومت کے اقدامات

8.2الف: پاکستان تخفیف غربت فنڈ

پاکستان تخفیف غربت فنڈ (پی پی اے ایف) ایک ایسا ادارہ ہے جو سول سوسائٹی اور کمیونٹی تنظیموں کو فنڈز فراہم کرنے اور کمیونٹی تک رسائی کی حامل سول سوسائٹی کی تنظیموں کے ساتھ شراکت داری میں کام کرتا ہے۔ایسے منصوبوں پر کام ہوتا ہے جن میں وسائل تک رسائی کے ذریعے مواقع پیدا کرنا، مادی ومعاشرتی انفراسٹرکچر کی بہتری اور مہارت کو ترقی دینے کی سہولتیں فراہم کرنا شامل ہو۔اب تک اس منصوبے کے تحت تین مختلف پروگرام شروع کیے گئے ہیں جس میں پی پی اے ایف اول (1999ء)، پی پی اے ایف دوم (2003ء) اور حال ہی میں شروع ہونے والا پی پی اے ایف سوم (2009ء) شامل ہیں (دیکھئے **جدول 8.2.1**)۔

[9] اقتصادی سروے 08-2007ء

پی پی اے ایف کی سالانہ رپورٹ کے مطابق اپنے آغاز کے بعد سے اس ادارے نے جون 2008ء تک مختلف زمروں کی مد میں 34 ارب روپے ادا کیے ہیں جن میں خرد مالکاری (26 ارب روپے)، صحت وتعلیم (31 کروڑ 20 لاکھ روپے) اور انسانی وسائل وادارہ جاتی ترقی (2.4 ارب روپے) شامل ہیں۔ پی پی اے ایف نے سب سے زیادہ خرد مالکاری اور ایس ایم ای کے شعبوں پر توجہ مرکوز کی ہے۔ تخمینے کے مطابق خرد مالکاری کی سہولتوں سے ایک کروڑ 30 لاکھ افراد جبکہ صحت، انفرااسٹرکچر، تعلیم اور پانی کی فراہمی کی سہولتوں سے 90 لاکھ افراد مستفید ہوئے ہیں۔ فنڈ نے 120,000 مکانات کی تعمیر میں معاونت کی، ایک لاکھ افراد کو زلزلہ سے نمٹنے کی ٹیکنالوجی کی تربیت دی گئی، 400 پانی کی اسکیموں کی مرمت کی گئی اور زلزلے سے متاثرہ علاقوں میں 19 صحت وتعلیم کے مراکز کو دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ حالیہ برسوں کے دوران پی پی اے ایف نے توانائی کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دیہی علاقوں میں مائیکرو ہائیڈلز، پن چکیوں اور حیاتی گیس جیسی بجلی پیدا کرنے کی نئی ٹیکنالوجی کی فراہمی کے لیے اقدامات کیے ہیں۔

جدول 8.2.1: پی پی اے ایف اول ودوم کا تقابل

	پی پی اے ایف اول	پی پی اے ایف دوم	پی پی اے ایف سوم
آغاز کا سال	1999ء	2003ء	2009ء
منصوبے پر لاگت (ملین امریکی ڈالر)	90	368	250
برہدف شعبے (فنڈ کا فیصد)	50	70	70
خرد والیس ایم ای مالکاری	19	10	10
دیگر سماجی خدمات	15	5	5
سڑکیں اور شاہراہیں	8	10	10
پانی کی فراہمی	8	5	5
آبپاشی ونکاسی آب	7.5	9	معلوم نہیں

ماخذ: عالمی بینک (www.worldbank.org)

8.2ب: بینظیر انکم سپورٹ پروگرام

حکومت پاکستان نے معاشرے کے انتہائی پسماندہ طبقے کی قوت خرید پر مہنگائی کے اثرات کو کم کرنے کے لیے بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (بی آئی ایس پی) متعارف کرایا ہے۔ اس پروگرام کے تحت انتہائی غریب افراد کو غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے براہ راست ماہانہ 1000 روپے دیے جائیں گے (دیکھئے **جدول 8.2.2**)۔

جدول 8.2.2: بینظیر انکم سپورٹ فنڈ کا روڈ میپ

سال	2009-10	2010-11	2011-12	2012-13
رقم (ارب روپے)	42.1	65.3	73.77	82.8
مستفید افراد کی تعداد (خاندان)	3.7	7	n.a.	n.a.

ماخذ: پی آر ایس پی دوم

مالی سال 09ء میں ابتدائی طور پر اس پروگرام کے لیے 34 ارب روپے (ساڑھے 42 کروڑ ڈالر) مختص کیے گئے اور توقع ہے کہ اسکیم سے 35 لاکھ ضرورت مند اور غریب خاندانوں کو فائدہ پہنچے گا۔ اندازے کے مطابق اس پروگرام سے آبادی کا 15 فیصد حصہ مستفید ہوگا۔ بی آئی ایس پی سے مستفید ہونے والے افراد کو صحت کی مفت سہولتیں، حیاتی بیمہ اور تکنیکی تربیت فراہم کی جائے گی۔ آغاز میں بینظیر اسمارٹ کارڈز جاری کیے جائیں گے جس کے ذریعے انہیں ماہانہ 1000 روپے کی آمدنی اور دیگر فوائد حاصل ہوسکیں گے۔

فنڈز کی منصفانہ اور شفاف تقسیم کو یقینی بنانے کے لیے نادرا مستحق غریب خاندانوں کا ایک جامع ڈیٹا بیس تیار کرکے اہل افراد کی فہرست جاری کرے گی اور اس کی بنیاد پر مستحق افراد مالی اعانت حاصل کرسکیں گے۔ شفافیت اور احتساب کو یقینی بنانے کے لیے اس عمل کی جانچ تیسرے فریق سے کرائی جائے گی۔

8.3.1 آمدنی کی تقسیم

حالیہ برسوں کے دوران ملک میں صرف اور آمدنی کی تقسیم میں عدم مساوات بڑھی ہے۔ اس کے باوجود علاقائی تقابل سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنوبی ایشیائی گروپ میں آمدنی کی مساویانہ تقسیم کے لحاظ سے پاکستان پہلے نمبر پر ہے (دیکھئے **جدول 8.2**)۔ پاکستان کا جنی اشاریہ 30.6 ہے اور سی آئی اے کی ورلڈ فیکٹ بک میں شامل 135 ممالک میں سے پاکستان 110 ویں نمبر پر ہے۔[11]

جدول 8.2: علاقائی ممالک کا جنی اشاریہ

ملک/(اعداد وشمار کا سال)[10]	درجہ	اشاریہ
بھارت (2004)	79	36.8
سری لنکا (2007)	28	49.0
بنگلادیش (2005)	94	33.2
نیپال (2008)	35	47.2
پاکستان (م س 07ء/م س 08ء)	110	30.6

ماخذ: سی آئی اے ورلڈ فیکٹ بک

اس ضمن میں حکومت معاشرے کے غریب طبقوں کی بہتری کے لیے فوڈ سپورٹ پروگرام اور پاکستان بیت المال جیسے پروگراموں پر عملدرآمد کررہی ہے۔ تاہم، معاشرے میں آمدنی کی مساویانہ تقسیم کو یقینی بنانے کے لیے مذکورہ اقدامات کی اثرانگیزی بڑھانے اور طویل مدتی پالیسیاں اپنانے کی ضرورت ہے۔

8.4 روزگار

عالمی بینک کی گلوبل مانیٹرنگ رپورٹ 2009ء کے مطابق عالمی مالی بحران نے معاشی بحران کی شکل اختیار کرلی ہے۔ اس بحران کے نتیجے میں بے روزگاری کی سطح بلند ہوگئی ہے اور

[10] ہر ملک کے تازہ ترین دستیاب اعداد وشمار کو قوسین میں دیا گیا ہے

[11] سی آئی اے کی ورلڈ فیکٹ بک کی جانب سے اخذ کردہ۔ ہر ملک کا درجہ خاندان کی آمدنی کی مساویانہ تقسیم کی سطح کو ظاہر کرتا ہے، جتنا درجہ بلند ہوگا وہاں خاندان کی آمدنی کی تقسیم اتنی ہی زیادہ مساویانہ ہوگی۔ دوسری جانب جنی اشاریہ کسی ملک میں گھرانے کی آمدنی کی تقسیم میں عدم مساوات کی سطح کو ظاہر کرتا ہے۔ جنی اشاریے کی سطح جتنی پست ہوگی اتنی ہی اس ملک میں آمدنی کی تقسیم زیادہ مساویانہ ہوگی۔

اگر اس سے نمٹنے کے لیے موثر اقدامات نہ کیے گئے تو یہ سماجی بحران کی شکل اختیار کرسکتا ہے۔ایک اندازے کے مطابق حالیہ معاشی کساد بازاری کے نتیجے میں 2009ء کے آخر تک دنیا بھر میں 3 کروڑ لوگ بے روزگار ہوجائیں گے، جن میں سے 76 فیصد کا تعلق ترقی پذیر ممالک سے ہوگا۔[12] تاہم ملکی معیشت میں خاصی سست روی کے باوجود مالی سال 08ء پاکستان میں بے روزگاری کی شرح میں کمی آئی ہے۔[13]

شکل 8.3: بے روزگاری کی شرح (فیصد)

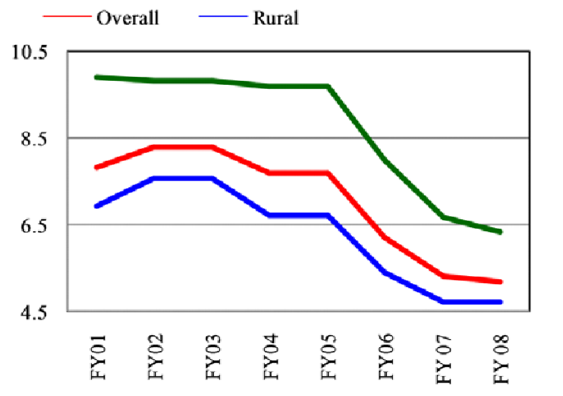

Source: Labor Force Survey 2007-08

8.4.1 بے روزگاری

تازہ ترین اقتصادی سروے کے مطابق مالی سال 08ء میں بے روزگاری کی شرح مالی سال 07ء کے 5.3 فیصد سے کم ہوکر 5.2 فیصد ہوگئی ہے۔شہروں میں بے روزگاری کے مقابلے میں مجموعی اور دیہی بے روزگاری میں کمی آئی ہے۔ جیسا کہ **شکل 8.3** میں دکھایا گیا ہے کہ مالی سال 05ء سے دیہی علاقوں میں بے روزگاری کی شرح میں شہری علاقوں کی نسبت زیادہ کمی آئی ہے اور مالی سال 09ء میں اس فرق کا سبب زرعی شعبے کی 4.7 فیصد نمو ہوسکتی ہے کیونکہ دیہی علاقوں کے عوام کی اکثریت زراعت سے وابستہ ہوتی ہے جبکہ ساختی مسائل، بجلی کی قلت اور عالمی کساد بازاری کے باعث مجموعی معیشت میں شہروں میں روزگار فراہم کرنے والے شعبوں (تجارت و اشیا سازی[14] کے حصے میں کمی آئی ہے۔[15]

شکل 8.4: اہم صنعتوں میں ملازم افراد کی تقسیم 2007-08ء

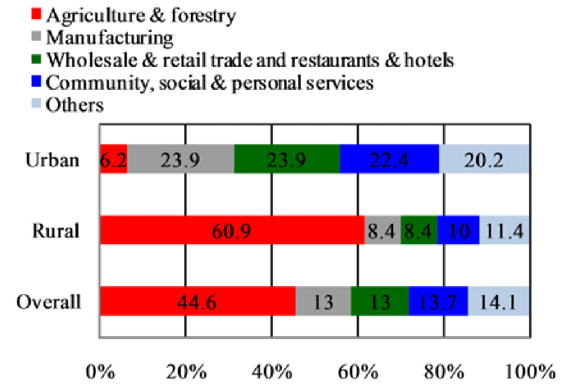

Source: Labor Force Survey 2007-08

روزگار کی شعبہ وار اور دیہی و شہری تقسیم (دیکھیے **شکل 8.4**) کے جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مالی سال 08ء میں دیہی آبادی میں زراعت کے شعبے کو مرکزی حیثیت حاصل رہی اور ان علاقوں میں 64 فیصد افراد کا روزگار اس شعبے سے منسلک رہا جبکہ شہری علاقوں میں روزگار پیدا کرنے والے اہم شعبے صنعت و تجارت ہیں۔تعمیرات کے شعبے سے وابستہ افرادی قوت کا تناسب دیہی و شہری علاقوں میں یکساں ہے۔یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ شہری علاقوں میں کمیونٹی، سماجی اور پرسنل شعبے سے منسلک افرادی قوت دیہی علاقوں (10 فیصد) کے مقابلے میں دگنی (22.4 فیصد) ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شعبے دیہی علاقوں کی نسبت شہروں میں زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔

8.4.2 افرادی قوت

جہاں تک افرادی قوت کی شرکت کا تعلق ہے **شکل 8.5** سے ظاہر ہوتا ہے کہ سال 07ء کے مقابلے میں مالی سال 08ء میں شہری افرادی قوت کی شرکت کی شرح میں کمی آئی ہے جبکہ مجموعی و دیہی افرادی قوت کی شرکت کی شرحوں میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔مالی سال 00ء کے بعد سے 08ء کے دوران مجموعی و دیہی افرادی قوت بلند ترین سطح پر پہنچ گئی ہے۔اس کا اہم سبب دیہی آبادی کے بڑے حصے کا روزگار کے لیے زراعت کے شعبے پر انحصار ہے۔تاہم شہری افرادی قوت کی شرکت میں کمی کا سبب حالیہ برسوں کے دوران خراب معاشی حالات کے باعث شہری علاقوں کی اقتصادی سرگرمیوں میں سست روی اور خدمات و اشیا سازی کے شعبوں کی پست نمو ہے۔زراعت میں روزگار کے مواقع کے ارتکاز کی بلند سطح

[12] عالمی ادارہ محنت (www.ilo.org)
[13] پاکستان کا اقتصادی سروے 2008-09ء
[14] پاکستان کا اقتصادی سروے 2008-09ء
[15] ترقیاتی ہنگامی حالت (2009ء)، گلوبل مانیٹرنگ رپورٹ

سے اس شعبے پر دباؤ میں اضافہ ہوسکتا ہے جس کے نتیجے میں روزگار کی سطح پست ہوسکتی ہے۔ شہری معیشت کی بحالی کو یقینی بنانے کے لیے جامع اقدامات کی ضرورت ہے تاکہ شہری افرادی قوت کی شرکت مجموعی افرادی قوت کی شرکت کے رجحان سے ہم آہنگ رہے۔

شکل 8.5: افرادی قوت کی شرکت کی شرح (فیصد)

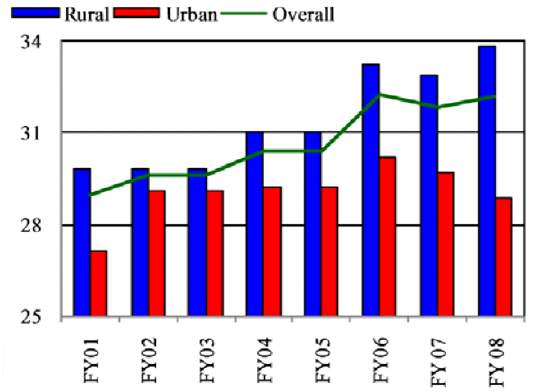

Source: Labor Force Survey 2007-08

8.4.3 افرادی قوت کی صوبہ وار شرکت

افرادی قوت کی صوبہ وار شرکت کی شرح کو **جدول 8.3** میں دیا گیا ہے۔ پنجاب میں افرادی قوت کی شرکت کی سطح سب سے بلند اور سرحد میں سب سے کم ہے۔ چاروں صوبوں میں سے صوبہ سرحد میں مردانہ افرادی قوت کی شرکت کی شرح پست ترین ہے۔ اس کی وجوہات یہ ہوسکتی ہیں: (الف) سیکورٹی کی خراب صورتحال اور (ب) صوبے میں زرعی قرضوں کی تقسیم کی منفی شرح نمو۔[16] دوسری جانب چاروں صوبوں میں خواتین کی افرادی قوت کی شرکت کی شرح بلوچستان میں پست ترین ہے۔ اس کی وجوہات میں ثقافتی مشکلات، خواتین کے لیے تعلیم اور روزگار کے مواقع کی کمی شامل ہیں۔ پنجاب اور سندھ میں مجموعی افرادی قوت کی شرکت کی شرح 32 تا 33 فیصد اور بلوچستان وصوبہ سرحد میں تقریباً 27 فیصد ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بلوچستان وسرحد میں آبادی کے لیے دستیاب مواقع اور وسائل میں خاصا فرق پایا جاتا ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اس معاملے میں مداخلت کرے تاکہ معیشت کی نمو کے لیے ان صوبوں میں افرادی وقت کی شرکت میں اضافہ کیا جاسکے۔ اس ضمن میں حکومت سرمایہ کاری اور قرضوں کی فراہمی جیسے اقدامات کرسکتی ہے۔

جدول 8.3: 08-2007ء میں افرادی قوت کی صوبہ وار شرکت
(فیصد)

	کل	مرد	خواتین
پنجاب	33.8	50.5	16.7
سندھ	32.3	51.0	10.7
سرحد	27.0	42.7	11.1
بلوچستان	27.8	46.7	6.5

ماخذ: افرادی قوت سروے 08-2007ء

زیادہ تر ترقی پذیر ممالک میں حالیہ بے روزگاری کا ایک اہم سبب عالمی کساد بازاری ہے اور اس کا عالمی حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ حالیہ عالمی معاشی بحران کے باعث ہزاریہ ترقیاتی مقاصد کے تحت سب کے لیے مناسب اور پیداواری روزگار کی فراہمی کے ہدف کا حصول خطرے میں پڑ گیا ہے۔ عالمی بینک[17] کی ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق ترقی پذیر ممالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ معاشی کساد بازاری کے اثرات پر قابو پانے کے لیے سماجی تحفظ، انفراسٹرکچر کی بہتری اور ایسے پروگراموں پر رقوم خرچ کریں جن سے روزگار کے مواقع پیدا ہوسکیں، ایس ایم ایز کی ترقی میں نجی شعبے کی معاونت کی جائے اور انسانی ترقی کے پروگراموں پر عملدرآمد کیا جاسکے۔

مذکورہ صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومتِ پاکستان نے بیروزگاری کے خاتمے کے لیے کثیر الجہتی پالیسیاں اختیار کی ہیں، نہ صرف روزگار بلکہ باعزت اور پیداواری روزگار کے مواقع فراہم کرنے کے لیے اقدامات کیے گئے ہیں۔ اس ضمن میں پی آر ایس پی دوم میں مہارت کی بہتری پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے اشیا سازی، تعمیرات اور ایس ایم ایز جیسے روزگار کے کثیر مواقع پیدا کرنے والے شعبوں کی ترقی کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ مہارت کی بہتری کے لیے پیپلز ورکس پروگرام، نیشنل انٹرن شپ پروگرام اور نیوٹیک جیسے پروگرام شروع کیے گئے ہیں (دیکھیے **باکس 8.3**)۔ بعض ممالک میں روزگار ضمانت اسکیموں کو کامیابی سے نافذ کیا جاچکا ہے اور یہ بے روزگاری کم کرنے میں معاون ثابت ہوئی ہیں۔ حکومت پاکستان نے روزگار ضمانت اسکیم متعارف کرانے کا منصوبہ بنایا ہے جس کے تحت ہر گھرانے کے ایک فرد کو تربیت و روزگار فراہم کیا جائے گا۔ ابتدائی طور پر یہ پروگرام 10 ارب روپے کی مالیت سے ملک کے 10 تا 15 پسماندہ اضلاع میں شروع کیا جائے گا۔ اس پروگرام سے نہ صرف غربت کے خاتمے بلکہ غریبوں کو چھوٹے سرکاری

[16] مالی سال 09ء کے لیے پاکستانی معیشت کی کیفیت پر اسٹیٹ بینک کی تیسری سہ ماہی رپورٹ
[17] ترقیاتی ہنگامی حالت (2009ء)، گلوبل مانیٹرنگ رپورٹ

منصوبوں اور سماجی تحرک کی کوششوں کے ذریعے روزگار کی فراہمی میں بھی مدد ملے گی۔ ان اقدامات سے بے روزگاری میں کمی آئے گی اور نوجوانوں کی حوصلہ افزائی ہوگی کہ وہ ملک کی معاشی نمو میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔

8.3 عالمی مسابقتی اشاریہ

عالمی مسابقتی اشاریے (جی سی آئی) کے ذریعے بعض معاشرتی و معاشی اظہاریوں کی بنیاد پر کسی ملک کی مسابقت کی پیائش کی جاتی ہے اور ہر اظہاریے کو اوزان دیے جاتے ہیں۔ یہ کسی خاص معاشرتی و معاشی اظہاریے کا پیمانہ نہیں ہے بلکہ یہ کسی ملک کی معاشی، سماجی اور ادارہ جاتی صلاحیت کا اظہاریہ ہے۔ جی سی آئی میں بارہ اظہاریوں کو استعمال کیا جاتا ہے، جو بارہ ستون کہلاتے ہیں اور ان میں ادارے، انفراسٹرکچر، معاشی استحکام، صحت و پرائمری تعلیم، اعلیٰ تعلیم و تربیت، اشیا کی منڈی کی کارکردگی، محنت کی منڈی کی کارکردگی، مالی منڈیوں کی جدت طرازی، ٹیکنالوجی کی صورتحال، منڈی کا حجم، کاروباری جدت طرازی اور اختراع شامل ہیں۔ جی سی آئی جتنا بلند ہوگا اتنا ہی کوئی ملک دیگر ملکوں کے مقابلے میں پست مسابقت کا حامل کہلائے گا۔

شکل 8.3.1: جی سی آئی اور محنت کی منڈی کی کارکردگی

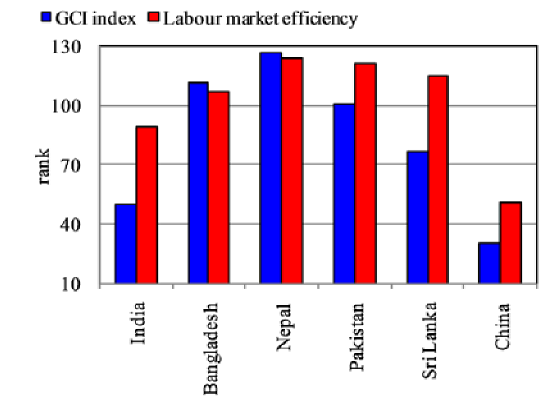

Source: Global Competitveness Report 2008-2009

شکل 8.3.1 میں جی سی آئی کی درجہ بندی اور محنت کی منڈی کی کارکردگی کو ظاہر کیا گیا ہے۔ محنت کی منڈی کے اظہاریے کو بعض علاقائی ممالک کا جی سی آئی اخذ کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جی سی آئی کے مطابق علاقائی ممالک کے مقابلے میں پاکستان محنت کی منڈی کی کارکردگی کے لحاظ سے پست ترین سطح پر ہے جبکہ چین خطے میں سب سے مستعد محنت کی منڈی رکھتا ہے۔ جی سی آئی رپورٹ برائے 2008-09ء کے مطابق عالمی مسابقتی اشاریے میں پاکستان 134 ممالک میں سے 101 ویں نمبر پر ہے۔ جی سی آئی میں سری لنکا، بھارت اور چین کا نمبر بالترتیب 77، 50 اور 30 ہے جبکہ بنگلہ دیش 111 اور نیپال 126 ویں نمبر پر ہے۔

بڑے کاروباری و عالمی سرمایہ کار جی سی آئی کو کسی معیشت میں سرمایہ کاری کے لیے کھلے پن کا اظہاریہ سمجھتے ہیں۔ جی سی آئی میں پاکستان کے دیگر ملکوں سے پیچھے رہنے کا اہم سبب کمزور معاشی اظہاریے و ادارہ جاتی انفراسٹرکچر ہے۔ جی سی آئی اشاریے میں بہتر پوزیشن حاصل کرنے کے لیے پاکستان کو آئندہ برسوں میں معاشی صورتحال میں مسلسل اور پائیدار بہتری لانا ہوگی۔

8.5 تعلیم

تعلیم انسانی وسائل کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے کیونکہ اس سے صلاحیت، کارکردگی اور پیداواریت کو بڑھانے میں مدد ملتی ہے۔ گذشتہ چند برسوں میں حکومت کی جانب سے ملک میں شرح خواندگی کو بڑھانے کے لیے متعدد اقدامات کیے گئے ہیں۔ مذکورہ کوششوں کے باوجود پاکستان میں اس شعبے کو تعلیم تک رسائی کی پست سطح اور معیار کی خرابی جیسے بڑے مسائل کا سامنا ہے۔ مذکورہ چیلنجز کے ساتھ ساتھ اعانت میزانیہ کی پست سطح نے بھی تعلیم کے شعبے کی کارکردگی پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ مذکورہ چیلنجز سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تعلیمی پالیسیوں میں مثالی تبدیلی کے ساتھ ساتھ میزانیہ رقوم میں اضافہ ضروری ہے۔

شکل 8.6: بالغ شرح خواندگی 10 سال اور اس سے زائد عمر

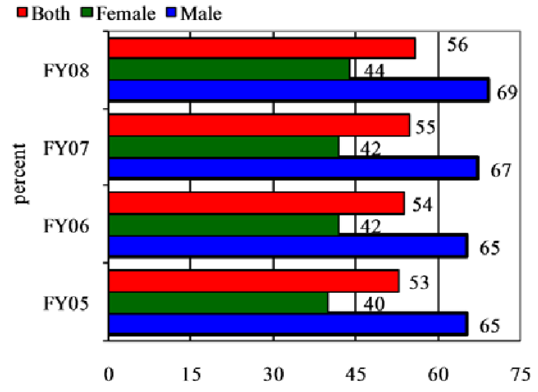

Source : Federal Bureau of Statistics (FBS), PSLM 2007-08

مالی سال 08ء میں ملک میں شرح خواندگی 1.8 فیصد سالانہ نمو کے ساتھ بڑھ کر 56 فیصد ہوگئی جو مالی سال 07ء میں 55 فیصد تھی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ 2015ء تک 88 فیصد شرح خواندگی کے حصول کے لیے شرح نمو کی بلند سطح درکار ہوگی۔ مالی سال 08ء کے دوران صنفی مساوات میں بھی بہتری آئی ہے اور یہ 63 فیصد سے بڑھ کر 64 فیصد ہوگئی ہے۔ مردوں میں شرح خواندگی بڑھ کر 69 فیصد جبکہ خواتین میں 42 سے 44 فیصد ہوگئی ہے (دیکھیے **شکل 8.6**)۔

خالص شرح داخلہ اور پرائمری تعلیم کی تکمیل کے اظہاریوں میں مالی سال 08ء کے دوران بہتری آئی ہے۔ مالی سال 08ء کے دوران ملک میں خالص شرح

داخلہ[18] 55 فیصد رہی۔ اس میں مردوں کی شرح داخلہ 59 فیصد اور خواتین کی 52 فیصد رہی۔ مالی سال 08ء میں اس اظہاریے میں بہتری آئی ہے تاہم یہ اب بھی 2015ء تک 100 فیصد ہدف کے حصول سے بہت پیچھے ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مالی سال 07ء کے دوران نجی شعبے کی جانب سے دیہی علاقوں میں داخلوں کی شرح مجموعی داخلوں کے 38 فیصد تک پہنچ گئی ہے۔

شکل 8.7: پرائمری تعلیم کی تکمیل کی شرح

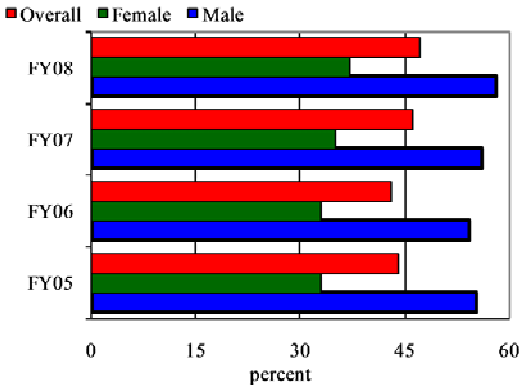

Source : Federal Bureau of Statistics (FBS), PSLM 2007-08

دوسری جانب، 2015ء کے آخر تک پرائمری تعلیم کی کامیاب تکمیل کے لیے 100 فیصد کے مقررہ ہدف کے مقابلے میں م س 08ء کے دوران پرائمری تعلیم کامیابی سے مکمل کرنے والے طلبہ کی تعداد 47 فیصد ہوگئی ہے (دیکھئے **شکل 8.7**)۔ حکومت پاکستان نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ 2015ء تک نوجوانوں کی تعلیم میں مکمل مساوات کے ہدف کو حاصل کرلیا جائے گا۔

جدول 8.4: صوبوں میں تعلیم کے بنیادی اظہاریے

علاقہ	خالص شرح داخلہ (پرائمری)			شرح خواندگی (بالغ)		
مجموعی	59	52	55	69	44	56
پنجاب	62	59	61	70	48	59
سندھ	55	46	51	69	42	56
سرحد	55	41	49	68	33	49
بلوچستان	47	35	41	66	23	46

ماخذ: وفاقی شماریات بیورو (ایف بی ایس)، پی ایس ایل ایم 08-2007ء

صوبائی اعداد و شمار کے لحاظ سے داخلوں کی شرح میں پنجاب سب سے آگے ہے اور یہاں پر لڑکوں کے اندراج کی شرح 61 فیصد اور لڑکیوں کی 59 فیصد ہے (دیکھئے **جدول 8.4**)۔ سندھ اور سرحد میں 50 فیصد سے زائد بچوں کو داخلے دیئے گئے۔ ان صوبوں میں داخلوں کی خالص شرح 55 فیصد رہی جس میں لڑکیوں کی شرح بالترتیب 46 فیصد اور 41 فیصد رہی۔ تاہم، بلوچستان اس میں کافی پیچھے ہے اور وہاں پر داخلوں کی خالص شرح 50 فیصد سے کم رہی (لڑکوں میں 47 فیصد اور لڑکیوں میں 35 فیصد)۔ اس کی وجوہات میں سرکاری نجی شراکت داری کی کمی، کمیونٹی کی شرکت کی پست سطح اور سرکاری شعبے کی کمزور ادارہ جاتی استعداد ہے۔

شکل 8.8: تعلیم کی سطح

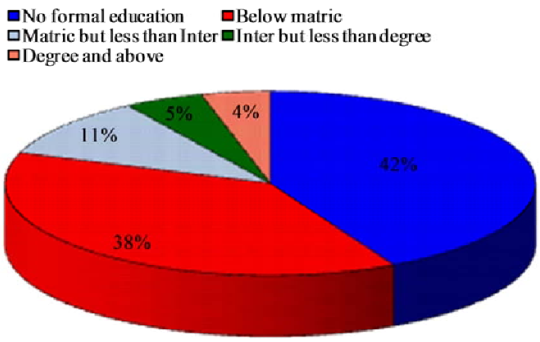

Source: Time Use Survey 2007

تعلیم کی مختلف سطحوں کے لحاظ سے آبادی کی درجہ بندی کرنے سے ملک میں تعلیم کی صورتحال کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے (دیکھئے **شکل 8.8**)۔ اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ 42 فیصد سے زائد آبادی کو رسمی تعلیم کی سہولت حاصل نہیں ہے۔ دوسری جانب آبادی کے صرف 4 فیصد حصے کے پاس ڈگری سطح کی تعلیم ہے اور ان میں بڑا حصہ ایسے طلبہ کا ہے جنہوں نے یونیورسٹی میں پڑھے بغیر ڈگری حاصل کی ہے۔ آبادی کا 38 فیصد حصہ میٹرک سے نچلی سطح تک تعلیم حاصل کرتا ہے، 11 فیصد میٹرک تک اور صرف پانچ فیصد اعلیٰ ثانوی سطح تک تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

تعلیم پر سرکاری اخراجات مختص کرنے کے لحاظ سے جنوبی ایشیائی گروپ میں پاکستان سب سے آخری نمبر پر ہے (دیکھئے **شکل 8.9**)۔ مزید برآں، مالی سال 07ء اور مالی سال 08ء کے علاوہ گذشتہ برسوں کے دوران تعلیم کے شعبے پر سرکاری اخراجات جی ڈی پی کے 2.5 فیصد سے کم سطح پر رہے ہیں (دیکھئے **شکل 8.10**)۔

[18] خالص شرح داخلہ میں پرائمری اسکولوں میں اندراج کرانے والے طلبہ کی تعداد ہے اور اس میں بچوں کو 5 تا 9 کی عمر کے مابین تقسیم کیا جاتا ہے۔

حالیہ بجٹ (مالی سال 09ء) میں اس شعبے کے لیے جو رقم مختص کی گئی ہے وہ جی ڈی پی کا 2.1 فیصد بنتی ہے۔ مالی سال 09ء میں ترقیاتی اخراجات کی مد میں تعلیمی شعبے پر اخراجات میں بھی کمی آئی ہے۔ مالی سال 09ء کے دوران منصوبہ بندی و ادارہ جاتی استعداد میں خامیوں کی عکاسی اس امر سے ہوتی ہے کہ شعبے کے لیے مختص 20 تا 30 فیصد فنڈز کو استعمال نہیں کیا جا سکا۔

شکل 8.9: تعلیم پر سرکاری اخراجات بلحاظ جی ڈی پی فیصد 2005ء

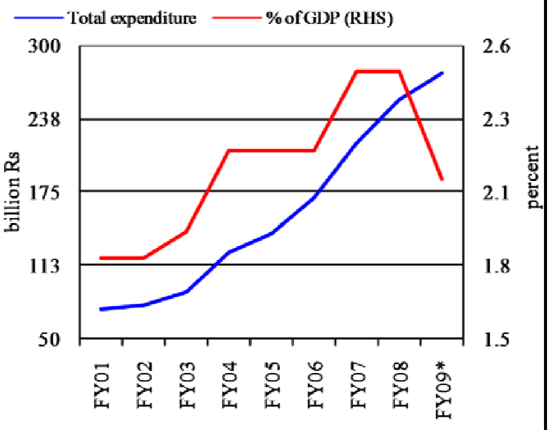

* Estimated
Source: Economic Survey 2008-09

شکل 8.10: تعلیم پر سرکاری اخراجات

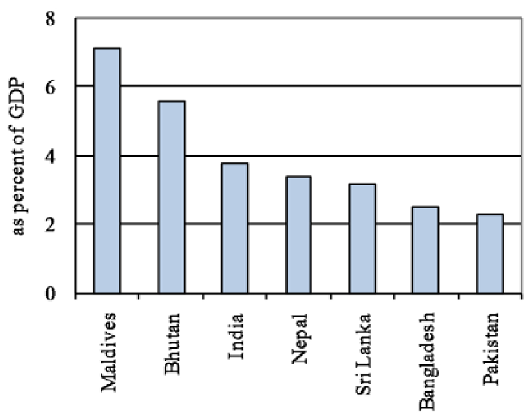

Source : Human Development Report 2007-08

باکس 8.4: قومی کمیشن برائے ووکیشنل وتکنیکی تعلیم (نیوٹیک)

پاکستان جیسے ملک میں جہاں آبادی کی شرح نمو 1.7 فیصد، بیروزگاری کی شرح 5.3 فیصد اور تیزی سے ترقی کرتے خدمات کے شعبے کو ڈبلیو ٹی او و عالمگیریت جیسے مسائل کا سامنا ہے، ووکیشنل وتکنیکی تعلیم وتربیت کے ادارہ جاتی نظام کی تیاری بے حد ضروری تھی۔ اس ضمن میں حکومت پاکستان نے وسط مدتی ترقیاتی فریم ورک (2005ء تا 2010ء) کو اہم ترجیحات میں شامل کیا اور ووکیشنل اور تکنیکی تعلیم وتربیت کے نظام کے ذریعے 2010ء تک سالانہ دس لاکھ افراد تیار کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

نیوٹیک کا قیام دسمبر 2005ء میں ایک ایگزیکٹو آرڈر ذریعے عمل میں لایا گیا تھا، جس کی توثیق بعد ازاں نیوٹیک آرڈیننس 2006ء کے ذریعے کی گئی۔ اس سال فروری میں نیوٹیک نے مہارت کی قومی حکمت عملی 2008-13ء کا اعلان کیا ہے۔ یہ ایک جامع دستاویز ہے جسے نیوٹیک کے منصوبوں پر عملدرآمد کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ یہ حکمت عملی تکنیکی اور ووکیشنل تعلیم وتربیت کے عالمی نظاموں اور پاکستان میں امدادی اداروں کی مشاورت سے تیار کی گئی ہے۔ اس حکمت عملی کا مقصد 'ہنرمندی برائے روزگار، ہنرمندی سب کے لیے' ہے۔

تکنیکی تعلیم اور ووکیشنل تربیت کے تحت حکومت کی جانب سے فنی مہارت و ہنرمند پاکستان پروگرام شروع کیا گیا ہے اور اس میں معاشرے کے پسماندہ طبقوں، زلزلے سے متاثرہ علاقوں، فاٹا اور بلوچستان کے علاقوں پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔

نیوٹیک نے ہنرمند پاکستان پروگرام کے تحت 50,000 ہزار کارکنوں کو مہارت فراہم کی ہے جن میں سے 34,000 زیر تربیت ہیں (دیکھئے **جدول 8.4.1**)۔ مزید برآں، فنی مہارت پروگرام کے تحت نیوٹیک 130 ووکیشنل تربیت کے نئے ادارے قائم کر رہا ہے جو 45,000 کارکنوں کو تربیت دیں گے۔

شکل 8.4.1: علاقے کے لحاظ سے تکنیکی اور ووکیشنل تربیتی ادارے

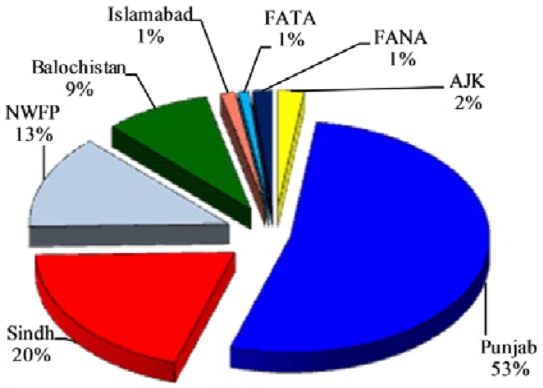

Source: NAVTEC Survey 2006-07

جدول 8.4.1: تکنیکی تعلیم اور ووکیشنل تربیت

	حکومت			نجی رجسٹرڈ		
	مرد	خواتین	مخلوط تعلیم	مرد	خواتین	مخلوط تعلیم
اندراج	92,074	101,523	55,847	33,816	14,525	16,403
ادارے	469	452	219	218	46	118
اساتذہ	7,119	2,712	2,814	3,138	246	1,392

ماخذ: نیوٹیک سروے 2006-07ء

8.6 صحت

صحت کو انسانی سرمایہ سمجھا جاتا ہے اور یہ نمو کے عمل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔صحت مند وتعلیم یافتہ آبادیوں کے حامل ممالک خوشحالی کے حصول کی بہتر پوزیشن میں ہیں۔[19]

جدول8.5: صحت کی سہولتیں

	صحت مراکز*		بستروں کی تعداد		آبادی
	2000ء	2007ء	2000ء	2007ء	2007ء
پنجاب	2272	2310	43004	45775	87.7
سندھ	2362	2556	27201	28606	36.5
سرحد	801	902	14432	16691	21.9
بلوچستان	837	742	5040	5983	8.2

*بشمول اسپتال، ڈسپنسریاں، ماں وبچوں کے بہبودی مراکز

ماخذ: وفاقی شماریات بیورو، شماریاتی سال کتاب 2008ء

صحت کا موجودہ ڈھانچہ ملک میں رہنے والے 16 کروڑ سے زائد افراد کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ناکافی ہے۔صحت مراکز کے متعلق اعداد وشمار کے مطابق 2000ء تا 2007ء کے دوران صحت مراکز میں معمولی اضافہ ہوا ہے(دیکھئے **جدول 8.5**)۔مزید برآں، اس حوالے سے صوبوں میں خاصا فرق پایا جاتا ہے۔صوبہ بلوچستان وسرحد میں صحت کی سہولتوں کی سطح سندھ وپنجاب کے مقابلے میں پست ہے۔اس فرق کا ایک اہم سبب آبادیوں کی مختلف سطح ہے، تاہم صحت مراکز اور بستروں کی تعداد کی صورتحال بھی اطمینان بخش نہیں ہے۔

عالمی معیارات کے مقابلے میں صحت کے بعض اہم اظہاریے پاکستان کی قدرے کمزور پوزیشن کی عکاسی کرتے ہیں۔ ماؤں کی شرح اموات کے لحاظ سے پاکستان میں 400 اموات فی ایک لاکھ زندہ ولادتیں ہیں، اس طرح جنوبی ایشیا میں پاکستان کا پانچواں نمبر ہے(دیکھئے **شکل 8.11**)۔گذشتہ چند برسوں کے دوران زچہ کی صحت کی صورتحال میں بہتری آئی ہے تاہم یہ اب بھی 2015ء کے لیے 140 اموات فی ایک لاکھ زندہ ولادتوں کے ہدف سے بہت پیچھے ہے۔اسی طرح شیرخوار بچوں کی شرح اموات[20] میں بہتری آئی ہے اور یہ کم ہوکر 76 فیصد ہوگیا ہے جو کہ ہزاریہ ترقیاتی مقاصد کے لیے مقررہ 77 فیصد کے ہدف کے قریب ہے(دیکھئے **شکل 8.12**)۔شیرخوار بچوں کی شرح اموات میں کمی کا ایک مثبت پہلو یہ ہے کہ یہ بہتری زیادہ تر دیہی علاقوں میں مرتکز ہے اور یہ 2000ء کے 87 فیصد سے کم ہوکر 2006ء میں 81 فیصد ہوگئی ہے۔

شکل 8.11: زچہ اموات

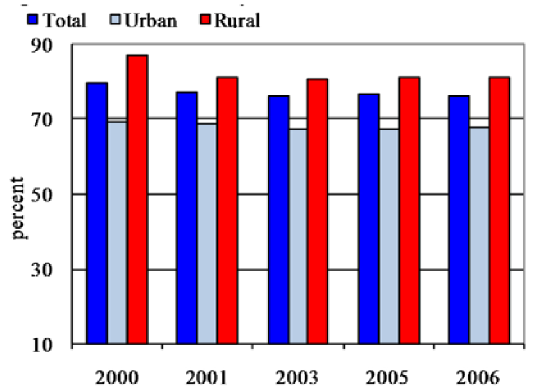

Source : Social Indicators of Pakistan 2007, FBS

شکل 8.12: شیرخوار بچوں کی شرح اموات

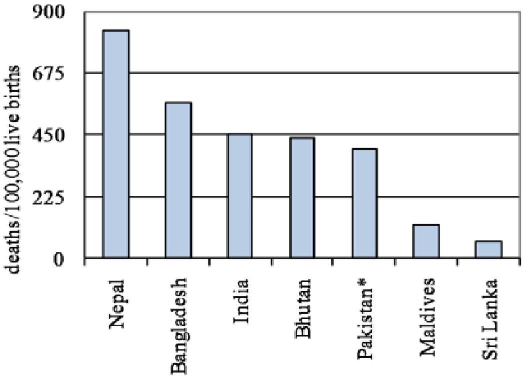

Source: WHO Health Statistic 2009
Data refers to year 2006, *: PMDR 2005

جنوبی ایشیائی ممالک کے جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بدقسمتی سے پاکستان صحت پر اخراجات کے حوالے سے سب سے نچلی پوزیشن پر ہے(دیکھئے **شکل 8.13**)۔گذشتہ چند برسوں سے اس مد میں حکومت کے مجموعی میزانیہ اخراجات میں کمی آرہی ہے۔ م س09ء کے دوران سرکاری اخراجات جی ڈی پی کے تناسب کے طور پر م س08ء کے 0.57 فیصد سے کم ہوکر 0.55 فیصد پر آگئے ہیں۔دوسری جانب پی آر ایس پی کے نفاذ کے لیے میزانیہ میں مختص کی جانے والی رقوم میں گذشتہ دو برسوں سے کمی کا رجحان ہے۔م س09ء میں پی آر ایس پی کے ذریعے سے صحت کے شعبے پر آنے والے مجموعی اخراجات کم ہوکر 26,819 ملین روپے ہوگئے ہیں جبکہ م س08ء میں یہ 61,127 ملین رہے تھے۔سرکاری ونجی شراکت داری کو فروغ دینے سے صحت کے شعبے کے اظہاریوں میں بہتری لانے کے لیے درکار وسائل کی فراہمی میں مدد مل سکتی ہے۔

[19] صحت، معاشی نمو اور تخفیف غربت، عالمی ادارۂ صحت (ڈبلیو ایچ او)، اپریل 2002ء

[20] شیرخوار بچوں کی شرح اموات کو ایسے بچوں کے تناسب سے اخذ کیا جاتا ہے جو اپنی پہلی سالگرہ سے قبل وفات پا جاتے ہیں۔

باکس 8.5: پاکستان میں ضروری ادویات کی قیمتیں

ترقی پذیر ملکوں میں حکومت کی جانب سے آبادی کے صرف ایک تہائی حصے کو ادویات کی سہولتوں تک رسائی حاصل ہوتی ہے جبکہ بقیہ دو تہائی کو ادویات نجی شعبہ فراہم کرتا ہے۔ پست ترین نرخوں کی حامل ادویات کے لیے عوام جو قیمت ادا کرتے ہیں ان دو شعبوں کے عالمی حوالہ جاتی نرخ (آئی آر پیز) بالترتیب 2.5 گنا تا 6.5 گنا تک ہیں۔ اس کا اہم سبب یہ ہے کہ ترقی پذیر ملکوں میں ادویات کے نرخوں کے تعین کے حوالے سے مناسب قواعد ضوابط یا اس کی جانچ کے نظام کا فقدان ہے۔

پاکستان کے نجی شعبے میں ضروری ادویات کے صارفی و پیداواری نرخوں کے مابین 28 تا 35 فیصد کا فرق پایا جاتا ہے۔ اس حوالے سے **جدول 8.5.1** میں دیے گئے ملکوں کے مقابلے میں پاکستان کی صورتحال قدرے بہتر ہے۔ لاگت کو بڑھانے میں تھوک فروشوں، خردہ مارک اپ، ٹیکسوں اور ڈیوٹیوں کا اہم حصہ رہا ہے۔

اس کوشش میں کثیر قومی کمپنیوں سے لے کر جنرک دوا سازوں اور قومی تقسیم کاروں کا کردار بے حد اہم ہوگا۔ حکومت پاکستان کو ضروری ادویات تک رسائی میں بہتری لانے کے لیے دوا ساز کمپنیوں اور سول سوسائٹی سے مضبوط شراکت قائم کرنی ہوگی تا کہ اہم ادویات کی ہمہ گیر رسائی کو یقینی بنایا جا سکے۔

جدول 8.5.1: نجی شعبے میں صارفی و پیداکاری کے نرخوں کا فرق

	مارک اپ	
ملک	**کم ازکم**	**زیادہ سے زیادہ**
پاکستان	28	35
تنزانیہ	56	56
مراکش	53	93
منگولیا	68	98
مالی	87	118
ایتھوپیا	76	148
ملائشیا	65	149
یوگنڈا	100	358
بھارت	29	694
ایل سلواڈور	165	894

ماخذ: ملینیم ڈیولپمنٹ گولز گیپ ٹاسک فورس رپورٹ 2008ء

8.7 ماحول

پاکستان کی ماحولیاتی پالیسی میں قابل تجدید قدرتی ذرائع کی پائیدار ترقی پر توجہ مرکوز کی گئی ہے، ان ذرائع میں جنگلات، دریاؤں کے طاس، چراگاہیں، جنگلی حیات، حیاتیاتی تنوع اور جانوروں کے مسکن شامل ہیں۔ ملک کی تخفیف غربت کی حکمت عملی میں دو ماحولیاتی مسائل پر بحث کی گئی ہے، جس میں پانی کی دستیابی اور صفائی ستھرائی شامل ہیں کیونکہ ان سہولتوں میں بہتری سے بیماریوں کے پھیلاؤ کو روکنے میں مدد مل سکتی ہے۔

شکل 8.13: سرکاری اخراجات بلحاظ جی ڈی پی فیصد

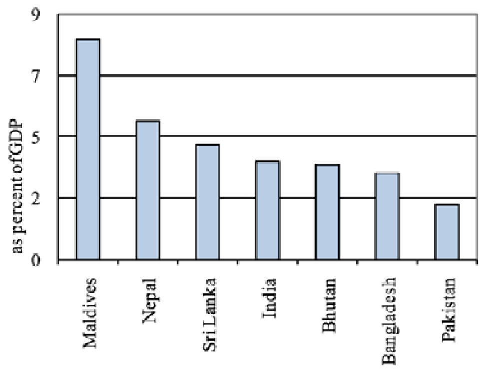

Source : World Health Statistics 2009, Data refers to year 2006

ماحولیات پر حکومت کے ناکافی اخراجات کے باوجود علاقائی ممالک کے مقابلے میں پاکستان میں صفائی ستھرائی اور پانی کی صورتحال بہتر ہے۔ عوام کی پینے کے بہتر پانی تک رسائی کے لحاظ سے پاکستان جنوبی ایشیا میں سرفہرست ہے اور 90 فیصد آبادی کو پینے کے پانی کی سہولت میسر ہے (دیکھئے **شکل 8.14**)۔[21] منصوبہ بندی کمیشن اور وزارت ماحولیات کے مطابق مذکورہ اعداد و شمار حفاظتی معیارات کے بجائے صرف پانی کی فراہمی کے ذرائع کے متعلق ہیں۔

پاکستان میں 35 فیصد آبادی پینے کے لیے نل کا پانی[22] استعمال کرتی ہے (دیکھئے **شکل 8.15**)، 30 فیصد آبادی گھروں، گلیوں یا مشترکہ علاقوں پر نصب ہیڈ پمپس استعمال کرتی ہے جبکہ 25 فیصد آبادی موٹر پمپ کے ذریعے پینے کا پانی حاصل کرتی ہے جو زیادہ تر شہروں میں نصب ہیں۔ آبادی کے باقی حصے میں سے 4 فیصد پینے کے لیے کنویں کا پانی حاصل کرتے ہیں جبکہ 6 فیصد دیگر ذرائع سے حاصل کرتے ہیں۔[23] ایک تخمینے کے مطابق پاکستان میں 60 فیصد بیماریاں پانی سے پھیلتی ہیں۔[24]

جنوبی ایشیا میں صفائی ستھرائی کے لیے لحاظ سے پاکستان کا دوسرا نمبر ہے اور اس کی 59 فیصد آبادی کو بہتر سہولتوں تک رسائی حاصل ہے (دیکھئے **شکل 8.16**)۔ مالی سال 09ء کے

[21] بہتر پانی کا مطلب ہے نل کا پانی، ٹرکوں کے ذریعے تقسیم کیا جانے والا پانی، سرکاری نل اور ٹیوب ویل کے ذریعے زیر زمین پانی کا استعمال

[22] نل کا پانی وہ پانی ہوتا ہے جسے میونسپل انتظامیہ اپنے پانی کے مراکز سے فراہم کرتی ہے

[23] دیگر میں سرکاری نلکے، پانی فروش، نہر، دریا، چشمہ اور تالاب شامل ہیں

[24] پی ایس آر پی دوم کی دستاویز

شکل 8.14: پینے کے بہتر پانی تک رسائی

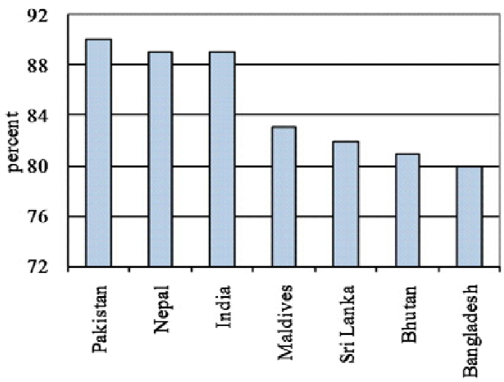

Source : World Health Statistics 2009, data refers to 2006

شکل 8.15: پینے کے پانی کا اہم ذریعہ

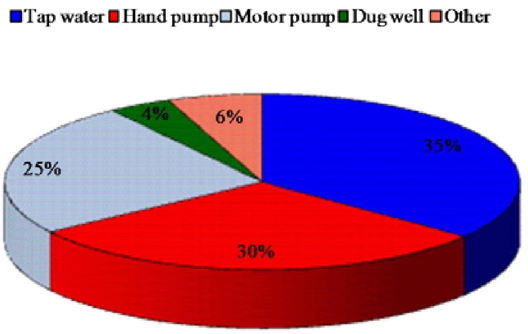

Source : Federal Bureau of Statistics (FBS), PSLM 2007-08

دوران ماحولیاتی ڈویژن کی جانب سے دیہی وشہری علاقوں میں دستیاب جدید ٹیکنالوجی کو استعمال میں لاتے ہوئے نکاسی آب وصفائی ستھرائی کے انتظام کے لیے ایک آزمائشی منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ یہ ٹیکنالوجی ماحول دوست ہونے کے ساتھ ساتھ پست لاگت کی حامل بھی ہے۔

اکتوبر 2007ء میں جاری ہونے والی عالمی توانائی رپورٹ کے مطابق رکازی ایندھنوں کے صرف اور جلنے سے ہونے والے کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اخراج کے لحاظ سے پاکستان 51 ویں نمبر پر ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اخراج کے حوالے سے جنوبی ایشیا میں پاکستان تیسرے نمبر پر ہے اور یہاں کاربن ڈائی آکسائیڈ کے اخراج کی سطح 0.8 ٹن فی کس ہے۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرنے والے ممالک میں پاکستان کا 51 واں نمبر ہے (دیکھئے شکل 8.17)۔

پاکستان میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کے ساتھ ساتھ بجلی کی قلت کے نتیجے میں سرکاری ونجی دونوں سطحوں پر رکازی ایندھنوں کے استعمال میں اضافہ ہورہا ہے۔ اس سے ماحول پر منفی اثرات مرتب ہوں گے کیونکہ رکازی ایندھنوں کے جلنے سے گرین ہاؤس گیسز خصوصاً کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج ہوتی ہے۔

اگر ہم ماحولیاتی اظہاریوں پر ایک نظر ڈالیں تو پاکستان میں جنگلات 30 لاکھ ہیکٹر رقبے پر قائم ہیں جو کہ ملکی زمین کا 5.2 فیصد بنتا ہے (دیکھئے جدول 8.6)۔

شکل 8.16: بہتر صفائی ستھرائی تک رسائی

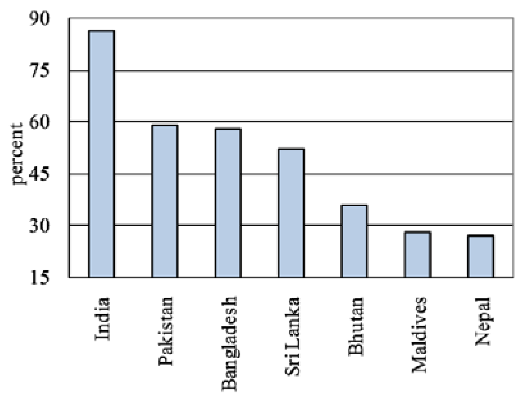

Source : World Health Statistics 2009, data refers to the year 2006

شکل 8.17: فی کس کاربن ڈائی آکسائیڈ اخراج (2004ء)

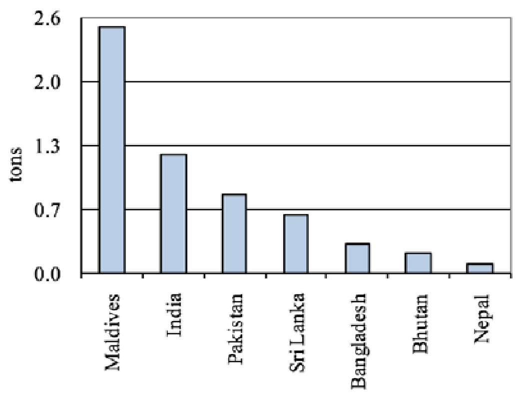

Source : Human Development Report 2007-08

جدول 8.6: دیگر ماحولیاتی اظہاریے

مجموعی عالمی اخراج میں پاکستان کا حصہ (فیصد)	0.4
پاکستانی معیشت میں ماحولیاتی غفلت کی لاگت	
جنگلات کا پھیلاؤ۔ مجموعی زمینی رقبے کا فیصد)	5.2
جنگلی حیات کے تحفظ کے لیے مختص رقبہ (مجموعی زمینی رقبے کا فیصد)	11.3
فی کس پانی کی دستیابی	1090 کیوبک میٹرز
ایشیا میں سی این جی کا سب سے بڑا استعمال کنندہ	پاکستان 2007ء میں ایشیا میں سی این جی کا سب سے بڑا استعمال کنندہ بن گیا ہے
ہزاریہ ترقیاتی مقاصد 2015ء کی موجودہ صورتحال	امکان ہے کہ حکومت پاکستان ان اہداف کو بروقت حاصل کرلے گی۔

ماخذ: یو این ڈی پی پاکستان

جنگلات کا بیشتر حصہ شمالی علاقوں اور آزاد کشمیر میں ہے جہاں پر نامناسب انفرا سٹرکچر کے باعث ان قدرتی وسائل کے انتظام میں مشکلات درپیش ہیں۔ درختوں کی کمی سے زمین کے کٹاؤ، نالوں کے مٹی سے بھرنے، سیلاب اور لکڑی کی قلت جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دوسری جانب جنگلی حیات کے تحفظ کے لیے مختص رقبہ 11.3 فیصد ہے جبکہ 2015ء کے لیے اس کا 12 فیصد ہدف مقرر کیا گیا ہے۔ سی این جی کی بڑھتی ہوئی طلب کے باعث پاکستان ایشیا میں اسے استعمال کرنے والا سب سے بڑا ملک بن گیا ہے جو ماحولیاتی تحفظ کی سمت ایک مثبت قدم ہے۔